



فَإِنَّمَا يَسْرُنَاهُ بِلِسَانِكَ لِعَاهُمْ يَتَذَكَّرُونَ



ہم نے اس قرآن کو تیری زبان میں آسان کر دیا کہ وہ انصیحت حاصل کریں۔

# تفسیر ابن کثیر

علامہ عمال الدین ابن کثیر

مترجم

مولانا محمد صاحب جونا گڑھی

## الدُّخَان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ليلة القدر رمضان میں ہے نہ کہ شعبان میں :

حِمْ (۱)  
حَمِيم

وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ (۲)

قسم ہے اس وضاحت والی کتاب کی

**إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ ...**

**يَقِينًا هُمْ نَعْلَمُ اسْتَعْلَمُ**

اللہ تبارک و تعالیٰ پیان فرماتا ہے کہ اس عظیم الشان قرآن کریم کو بارکت رات یعنی لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے جیسے ارشاد ہے:-

**إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (97:1)**

**تَمَّ نَعْلَمُ اسْتَعْلَمُ**

اور یہ رات رمضان المبارک میں ہے جیسے اور آیت ہے:-

**شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْفُرْقَانُ (2:185)**

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم اتنا آگیا۔

سورہ بقرہ میں اس کی پوری تفسیر گزروچی ہے اس لئے دوبارہ نہیں لکھتے۔

جس حدیث میں مردی ہے کہ شعبان میں اگلے شعبان تک کے تمام کام مفترکروج یعنی جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ نکاح کا اور اولاد کا اور میت کا ہونا بھی۔ وہ حدیث مرسلا ہے اور ایسی احادیث میں سے نص قرآنی کامعاوضہ نہیں کیا جاسکتا۔

**... إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ (۳)**

**بِشَكْرِهِ شَيَارِكِرِيَّةِ وَالْيَيْمِينِ**

ہم لوگوں کو آگاہ کر دینے والے ہیں یعنی انہیں خبر و شریکی بدی معلوم کر دینے والے ہیں تاکہ خلوق پر جنت ثابت ہو جائے اور لوگ علم شرعی حاصل کر لیں۔

**فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٌ (۴)**

**اسی رات میں ہر ایک مخصوص کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔**

اسی شب ہر حکم کام بٹے کیا جاتا ہے یعنی اوح محفوظ سے کاتب فرشتوں کے حوالے کیا جاتا ہے تمام سال کے کل اہم کام عمر درازی وغیرہ سب بٹے کر لی جاتی ہے۔

**حکِيم** کے معنی حکم اور مخصوص کے ہیں جو بد لئیں۔

**أَمْرًا مِّنْ عَنْدِنَا ..**

**ہمارے پاس سے حکم ہو کر۔**

وہ سب ہمارے حکم سے ہوتا ہے۔

.... إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ (۵)

ہم ہی ہیں رسول ہنا کر سمجھنے والے

ہم رسولوں کو ارسال کرتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں اللہ تعالیٰ کے بندوں کو پڑھ کر شائیں جس کی انہیں ختنہ ضرورت اور پوری حاجت ہے۔

رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ ...

تیرے رب کی مہربانی سے۔

... إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۶)

وہ ہے بہت بڑا سنہ والا جانے والا۔

رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا يَبْيَثُهُمَا إِنْ كُنْتُمْ مُّوقِنِينَ (۷)

جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ انکے درمیان ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔  
یہ تیرے رب تعالیٰ کی رحمت ہے اس رحمت کا کرنے والا قرآن کو اپنارنے والا اور رسولوں کو سمجھنے والا وہ اللہ تعالیٰ ہے جو آسمان زمین اور کل چیز کا مالک ہے اور سب کا خالق ہے۔ تم اگر یقین کرنے والے ہو تو اس کے باور کرنے کے کافی وجود ہیں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ...

کوئی معبود نہیں اس کے سوا

... يُحْيِي وَيُمِيتُ ...

وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے۔

... رَبُّكُمْ وَرَبُّ أَبَانَكُمُ الْأَوَّلَينَ (۸)

وہی تمہارا رب تعالیٰ ہے اور تمہارے اگلے باپ وادوں کا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ معبود برحق بھی وہی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر ایک کی موت زیست اسی کے ہاتھ ہے تمہارا اور تم سے الگوں کا سب کا پالنے والے پونے والا ہے۔  
اس آیت کا مضمون اس آیت جیسا ہے:

فَلَنْ يَأْيُدَهَا النَّاسُ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
يُخْيِي وَيُمِيتُ (7:158)

تو اعلان کر دے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ اللہ تعالیٰ جس کی باوشاہت ہے  
آسمان و زمین کی۔ جیسکے سوا کوئی معبود نہیں جو جلاتا اور مارتا ہے۔

**بَلْ هُمْ فِي شَكٍ يَلْعَبُونَ (۹)**  
بلکہ وہ شک میں ہیں کھیل میں پڑے ہیں۔

**فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاء بُدْخَان مُبِين (۱۰)**  
تو اس دن کا منتظر رہ جب کہ آسمان ظاہر دھواں لائے

**يَغْشَى النَّاسَ ...  
جو لوگوں کو گیرے۔**

الله تعالیٰ فرماتا ہے کہ حق آچکا اور یہ شک و شب میں اور ہبہ و ہبہ میں مشغول و مصروف ہیں۔ انہیں اس دن سے آگاہ کر دے جس دن آسمان سے ختم دھواں آئے گا۔

حضرت مسروقؑ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ کوفہ کی مسجد میں گئے تو دیکھا کہ ایک حضرت اپنے ساتھیوں میں قصہ کوئی کرتے ہوتے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جس دھوکیں کا ذکر ہو رہا ہے اس سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کے دن منافقوں کے کافوں اور آنکھوں میں پھر جائے گا اور مومنوں کو مثل رکام کے ہو جائے گا۔

ہم وہاں سے جب لوٹے اور حضرت ابن مسعودؓ سے اس کا ذکر کیا تو آپ لیٹے لیٹے بیانی کے ساتھ پیچھے گئے اور فرمائے گے اللہ عز و جل نے اپنے نبی سے فرمایا ہے میں تم سے اس پر کوئی بد لذتیں چاہتا اور میں عکاف کرنے والوں میں نہیں ہوں یہ بھی علم ہے کہ انسان جس چیز کو نہ جانتا ہو کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ جانے۔

سنوں میں تھیں اس آیت کا صحیح مطلب سناؤں جب کہ قریشیوں نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی اور حضورؐ کو ستانے لگے تو آپ نے ان پر بد دعا کی کہ یوسف علیہ السلام کے زمانے جیسا قحط ان پر آئے چنانچہ وہ دعا قبول ہوئی اور ایسی شک سالی آئی کہ انہوں نے ہڈیاں اور مزادار چباتا شروع کیا اور آسمان کی طرف نگاہیں ڈالتے تھے تو دھوکیں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔

اسی کا بیان ان دو آیتوں میں ہے لیکن پھر اس کے بعد لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی ہلاکت کی شکایت کی۔ آپ کو حرم آگیا اور آپ نے جناب باری تعالیٰ میں التجاکی چنانچہ بارش بری۔ اسی کا بیان اسکے بعد ولی آیت میں ہے کہ عذاب کے لئے ہی یہ پھر کفر کرنے لگیں گے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ دنیا کا عذاب ہے کیونکہ آخوند کے عذاب تو بتے کھلتے اور دور ہوتے نہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ پانچ چیزیں گزر چکیں۔ دخان۔ روم۔ قمر۔ بطحہ اور لزام۔ بخاری و مسلم یعنی آسمان سے دھوکیں کا آنار و میوں کا اپنی شکست کے بعد غائب پانا چاند کا دوکنڈ۔ ہونا پدر کی لڑائی میں کفار کا کپڑے جانا اور ہارنا اور چھٹ جانے والا عذاب۔

بڑی سخت پکڑ سے مراد بدر کے دن کی لڑائی ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ جو مراد و حسوں سے لیتے ہیں تھیں قول مجدد ابوالعالیٰؒ ابراہیم بن حنفیؓ شاکر عطیہؓ کا ہے اور اسی کو ان جزوی ترجیح دیتے ہیں۔

### قیامت کا دھواں:

بعض حضرات فرماتے ہیں یہ گزر نہیں گیا بلکہ قریب قیامت کے ۲۷ے کا۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جب صاحبؐؓ قیامت کا ذکر ہے تھے اور حضورؐؓ گھنے تو آپؐؓ نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَرَوْا عَشْرَ آيَاتٍ

طَلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا،

وَالْدُّخَانَ،

وَالْدَّابَّةَ،

وَخَرُوجَ يَأْجُوجَ وَمَاجُوجَ،

وَخَرُوجَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

وَالْدَّجَالَ،

وَثَلَاثَةُ خُسُوفٍ: خُسُوفٌ بِالْمَشْرُقِ، وَخُسُوفٌ بِالْمَعْرِبِ، وَخُسُوفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ،

وَنَارًا تَخْرُجُ مِنْ قَعْدَةِ عَدَنَ تَسْوُقُ النَّاسَ أَوْ تَحْسُرُ النَّاسَ

تَبَيَّنُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَائُوا، وَتَقِيلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوا

جب تک دس نشانات تم تبدیل کیجئے تو قیامت آئے کی نہیں۔

سورج کا مغرب سے لکھنا

دھوان

یا جو ج ماجوج کا آنا

حضرت عیسیٰ بن مریم کا آنا

دجال کا آنا

مشرق مغرب اور جزیرۃ العرب میں زمین کا وہنسا یا جانا

آگ کا عدن سے نکل کر لوگوں کو باہک کر کیک جا کرنا

جهاں یہ رات گزاریں گے آگ بھی گزارے گی اور جہاں یہ دوپہر کو سوئیں گے آگ بھی قیلو اکرے گی۔ مسلم

بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ نے ابن صیاد کے لئے دل میں

فَارْتَقَبْ يَوْمَ ثُلُثِي السَّمَاءِ بُدْخَانَ مُبِينَ

چھپا کر اس سے پوچھا کرتا میں نے اپنے دل میں کیا چھپا رکھا ہے؟

اس نے کہا دخ -

اپ نے فرمایا:

اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوْ قَدْرَكَ

بس برا وہ واس سے ۲ گے تیری نہیں چلنے کی -

اس میں بھی ایک قسم کا اشارہ ہے کہ ابھی اس کا انتظار باقی ہے اور یہ کوئی ۲ نے والی چیز ہے -

چونکہ ابن صیاد بطور کا ہنوں کے بعض باتیں دل کی زبان سے بتائے کامدی تھا اس کے جھوٹ کو ظاہر کرنے کے لئے اپ نے یہ کیا اور جب وہ پورا نہ بتا سکا تو اپ نے لوگوں کو اس کی حالت سے واقف کر دیا کہ اس کے ساتھ شیطان ہے -  
کام صرف چہ البتا ہے اور یہ اس سے زیادہ پرقدرت نہیں پانے کا -

اور حدیث میں ہے کہ تمہارے رب تعالیٰ نے تمہیں تمین چیزوں سے ڈرایا ہے :

وَهُوَ أَنْذَلَ عَلَى الْمُؤْمِنِ كُوزَ كَامَ كَرَدَ — كَا وَرَ كَا فَرَكَا تُو سَارَ جَمْ بَجَلَادَ — كَارَ وَكَمِيْسَ روَكَمِيْسَ سَدَ دَهْوَانَ اَلْخَيْ كَا

دَابَ الْأَرْضَ اور

دَجَالَ

اس کی سند بہت عمده ہے -

حضرت فرماتے ہیں دھوآن پھیل جائے گا مومن کو مثل زکام کے لگے گا اور کافر کے جوز جوز لٹکے گا -

یہ حدیث حضرت ابوسعید خدریؓ کے قول سے بھی مردی ہے اور حضرت حسنؓ کے اپنے قول سے بھی مردی ہے -

حضرت علیؓ فرماتے ہیں دھان گزر نہیں گیا بلکہ اب ۲ ہے گا -

ابن ابی ملکیؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن صح کے وقت میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس گیا تو اپ فرمانے لگے رات کو میں بالکل نہیں سویا۔ میں نے پوچھا کیوں؟

فرمایا اس نے کہ لوگوں سے سنا کہ دم دار ستارہ اکلا ہے مجھے اندازہ ہوا کہ کہیں یہی دھان نہ ہو پس صح تک میں نے ۲ کمھ سے ۲ کمھ نہ ملائی -

اسکی سند صحیح ہے اور حضرت الامۃ ترجمان القرآن میں حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ صحابہؓ اور تابعین بھی یہیں اور مرفوع حدیثیں بھی ہیں جن میں صحیح حسن اور ہر طرح کی ہیں اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ دھان ایک علامت قیامت ہے جو آنے والی ہے -

ظاہری الفاظ قرآن بھی اسی کی تائید کرتے ہیں کیونکہ قرآن نے اسے واضح اور ظاہر دھوکا کہا ہے جسے ہر شخص دیکھ سکے۔ اور بھوک کے دھوکیں سے اسے تعبیر کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ وہ تو ایک خیالی چیز ہے بھوک کی حقیقت کی وجہ سے دھوکا سماں مگر بھوک کے گئے دھوکا رہ جاتا ہے جو دراصل دھوکا نہیں۔ اور قرآن کے الفاظ ہیں **دھان میں** کے پھر یہ فرمان کرو کوئوں کو ڈھانک لے گا۔

یہ بھی ابن عباسؓ کے تفسیر کی تائید کرتا ہے کیونکہ بھوک کے اس دھوکیں نے صرف اہل مکہ کو ڈھانکا تھا نہ کہ تمام لوگوں کو۔

### ... هَذَا عَذَابُ الْيَمِّ (۱۱)

یہ ہے دکھ کی مار۔

الله تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ہے المناک عذاب یعنی ان سے یوں کہاں جائے گا جیسے اور آیت میں ہے:

**يَوْمَ يُدْعُونَ إِلَى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًا**

**هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنُثُمْ بِهَا ثُكَّدُّبُونَ (۱۴-۵۲:۱۳)**

جس دن انہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا کہ یہ آگ ہے جسے تم جھٹکا رہے تھے

یا یہ مطلب کروہ خود ایک دوسرے سے یوں کہیں گے۔

### رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَ الْعَذَابِ إِنَّا مُؤْمِنُونَ (۱۲)

کہیں گے اے ہمارے رب یا آفت ہم سے دور کرہم ایمان قبول کرتے ہیں۔

کافر جب اس عذاب کو دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ سے اس کے دور ہونے کی دعا کریں گے۔ جیسے کہ اس آیت میں ہے:

**وَلَوْ تَرَى إِذْ وُقْفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَلْتَئِنَا نُرَدُّ وَلَا ثُكَّبَ بَأْيَتِ رَبَّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ**

(6:27)

کاش کرو انہیں دیکھتا جب یہ آگ کے پاس کھڑا۔ کئے جائیں گے اور کہیں گے کاش کر ہم لوٹائے جاتے

تو ہم اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹکاتے اور با ایمان بن گر رہتے۔

اور آیت میں ہے:

**وَأَنذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُونَ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخْرُنَا إِلَى أَجْلٍ فَرِيبٍ تُحِبُّ دَعْوَةَكَ**

**وَنَتَّبِعُ الرُّسُلَ أَوْلَمْ تَكُونُوا أَفْسَمُّمْ مِنْ قَبْلِ مَا لَكُمْ مِنْ زَوَالٍ (۱۴:۴۴)**

لوگوں کو ڈھاروے کے ساتھ آگاہ کرو۔ جس دن ان کے پاس عذاب آئے گا اس دن گنجائیں گے پروردگار ہمیں

تحمیل سے وقت تک ڈھیل دے دے تو ہم تیری پاک پر لبیک کہا لیں اور تیرے رسولوں کی فرمائی داری کر لیں۔

اَنَّى لِهُمُ الدُّكْرَى ...  
اَنْكَرْ لِي الصِّحَّةَ كَہاں ہے؟

پس یہاں بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے لئے صحت کہاں؟

... وَقَدْ جَاءُهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ (۱۳)

کھول کھول کر بیان کرنے والے پیغمبر اُنکے پاس ۲ چکے۔

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعْلَمٌ مَجْهُونٌ (۱۴)

پھر بھی انہوں نے ان سے منہ موڑا اور کہہ دیا کہ سکھایا پڑھایا ہوا باذولا ہے۔

ان کے پاس میرے پیغام برآ چکے انہوں نے ان کے سامنے میرے احکام واضح طور پر رکھ دیئے لیکن ماں تا تو کجا انہوں نے پرواہ نہ کی بلکہ انہیں جھوٹا کہا اگری قلیم کو غلط کہا اور صاف کہہ دیا کہ یہ تو سکھائے پڑھائے ہیں انہیں جون ہو گیا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے:

يَوْمَئِذٍ يَنذَّرُ الْإِنْسَنَ وَأَنَّى لِهِ الدُّكْرَى (89:23)

اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا لیکن اب اس کے لئے صحت کہاں ہے؟

اور جگہ فرمایا ہے:

یعنی اس دن عذاب کو دیکھ کر ایمان لانا سرا سر بے سود ہے۔

إِنَّا كَاشِفُ الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَانِدُونَ (۱۵)

ہم عذاب کو سمجھ دنوں دور کر دیں گے تو تم پھر اپنی اسی حالت میں آجائے گے۔

اس ارشاد کے دو معنی ہو سکتے ہیں:

ایک تو یہ کہ اگر بالغرض ہم عذاب ہنالیں اور تمہیں دوبارہ دنیا میں بیکھج دیں تو بھی تم وہاں جا کر بیہی کرو گے جو اس سے پہلے کر کے آئے ہو جیسے فرمایا:

وَلَوْ رَحْمَنْهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِنْ ضُرٌّ لَلْجُوا فِي طَعْنَنِهِمْ يَعْمَهُونَ (23:75)

اگر ہم ان پر رحم کریں اور برائی ان سے ہنالیں تو پھر یہ اپنی سرکشی میں آنکھیں بند کر کے منہکے ہو جائیں۔

اور جیسے فرمایا:

وَلَوْ رُدُوا لَعَذُوا لِمَا ظَهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَذِّابُونَ (6:28)

اگر یہ لوٹاں گیں جائیں تو قطعاً دوبارہ پھر ہماری نافرمانیاں کرنے لگیں گے اور محض جھوٹے ثابت ہوں گے۔

دوسراً معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر عذاب کے اسہاب قائم ہو پکھنے اور عذاب آجائے کے بعد بھی کوہم اسے تھوڑی دیر پڑھا لیں تاہم یہ اپنے بد باطنی اور خباثت سے باز نہیں آنے کے۔

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عذاب انہیں لگ گیا اور پھر ہٹ گیا، جیسے قوم یونیس کے حضرت حق تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے کہ قوم یونیس جب ایمان لائی ہم نے ان سے عذاب ہٹالیا۔ پس عذاب انہیں ہونا شروع نہیں ہوا تھا اس اس کے اسہاب موجود و فراہم ہو پکھے تھے۔ ان تک عذاب اللہ تعالیٰ کیچھ چکا تھا اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ وہ اپنے کفر سے ہٹ گئے تھے پھر اس کی طرف لوٹ گئے۔

چنانچہ حضرت شعیب اور ان پر ایمان لانے والوں سے جب قوم نے کہا کہ یا تو تم ہماری بحثی چھوڑ دو یا ہمارے مذہب میں لوٹ اؤ تو جواب میں اللہ تعالیٰ کے رسول نے فرمایا کہ گوہم اسے بر جاتے ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دے رکھی ہے۔ پھر بھی اگر ہم تہاری ملت میں لوٹ آئیں تو ہم سے بڑا کر جھوٹا اور اللہ تعالیٰ کے ذمے بہتان باندھنے والا اور کون ہو گا؟ ظاہر ہے کہ حضرت شعیب نے اس سے پہلے بھی بھی کفر میں قدام نہیں رکھا تھا۔

حضرت قادہؓ فرماتے ہیں کہ تم لوٹنے والے ہو اس سے مطلب عذاب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔

**يَوْمَ نُبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى ...**

جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے۔

**... إِنَّا مُنْتَقِمُونَ (۱۶)**

بالیغین ہم بدلہ لینے والے ہیں۔

بڑی اور سخت پکڑ سے مراد جگ بد رہے۔

حضرت ابن مسعودؓ اور آپ کے ساتھی کی وہ جماعت جو دخان کو ہو چکا ہوا ملتی ہے وہ تو بسطہ کے معنی بھی کرتی ہے بلکہ حضرت ابن عباسؓ سے حضرت ابی اہن کعبؓ اور ایک جماعت سے بھی متفق ہے۔

کوئی مطلب بھی ہو سکتا ہے لیکن بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد قیامت کے دن کی پکڑ ہے کو بد رکاوں بھی پکڑ کا اور کفار پر سخت دن تھا۔

ابن جریر میں ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے بد رکاوں تھا تے ہیں لیکن میرے نزدیک تو اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔

**وَلَقَدْ فَتَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءُهُمْ رَسُولُنَا مُحَمَّدٌ (۱۷)**

یقیناً ان سے پہلے ہم قوم فرعون کو بھی آزمائچے ہیں جن کے پاس اللہ کا ذی عزت رسول آیا۔

**أَنْ أَدُّوا إِلَيْهِ عِبَادَ اللَّهِ ...**

کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو

**... إِنِّي لِكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ (۱۸)**

یقین مانو کہ میں تمہارا با امانت رسول ہوں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ان مشرکین سے پہلے مصر کے قبطیوں کو ہم نے جانچا۔ ان کی طرف اپنے بزرگ رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے میرا پیغام پہنچایا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ کردو اور انہیں دکھنے دو۔ میں اپنی نبوت پر کواید دینے والے مجرمے اپنے ساتھ لا لیا ہوں اور بدایت کے مانعے والے سلامتی سے رہیں گے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا امانت دار ہنا کرتے ہماری طرف بھیجا ہے۔

**وَأَنْ لَا تَعْلُوَ عَلَى اللَّهِ ...**

تم اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی نہ کرو۔

**... إِنِّي آتِيْكُمْ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ (۱۹)**

میں تمہارے پاس کھلی سندلانے والا ہوں۔

میں تمہیں اسکا پیغام پہنچا رہا ہوں تمہیں رب تعالیٰ کی باتوں کے مانعے سے سرکشی نہ کرنی چاہئے۔ اس سے ہیان کر دو، دلائل و احکام کے سامنے سرتسلیم فرم کرنا چاہئے۔ اس کی عبادتوں سے جی چرانے والے ذمیل خوار ہو کر جنم واصل ہوتے ہیں۔ میں تو تمہارے سامنے کھلی دلائل اور واضح آیت رکھتا ہوں۔ میں تمہاری بدگوئی اور اتہام سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں۔

ابن عباسؓ اور ابو صالحؓ تو یہی کہتے ہیں۔

اور قادہؓ کہتے ہیں مراد چھرا کرنا، چھروں سے مارہا لانا ہے۔ یعنی زبانی ایذا سے دستی ایذا کی۔

**وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ ...**

اور میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں

میں اپنے رب تعالیٰ کی جو تمہارا بھی ما لک ہے پناہ چاہتا ہوں۔

**... أَنْ تَرْجُمُونَ (۲۰)**

اس سے کتم مجھے سنگار کر دو۔

**وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونَ (۲۱)**

اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہی رہو۔

اچھا اگر تم میری نہیں مانتے مجھ پر بھروسہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے تو کم از کم میری تکلیف وہی اور یہ اے رسانی سے تو باز رہو۔ اور اس وقت کے منتظر ہو جب کہ خود خدا تعالیٰ ہم میں تم میں فیصلہ کرو گا۔

### فَدَعَا رَبَّهُ أَنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ (۲۲)

**پھر اپنے رب سے دعا کی کہ یہ سب گنہگار لوگ ہیں۔**

پھر جب اللہ تعالیٰ کے نبی کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بھی مدت ان میں گزاری خوب دل کھول کر تبلیغ کر لی ہو طرح خیر خواہی کی اگلی ہدایت کے لئے ہر چند جن کرنے اور دیکھا کر وہ روز بروز اپنے کفر میں بڑھتے جا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے بد دعا کی۔ جیسے اور آیت میں ہے:

وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ عَاثَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأْتَ زِيَّةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضْلِلُوا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْنُ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَأَشْنُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ

**فَإِنَّمَا دُعَوْنَكُمَا فَإِسْتَقِيمَا... (۸۹:۱۰-۸۸:۹)**

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے امراء کو دینیوں نماگش اور مال مٹائے دے رکھی ہے اے اللہ یا اس سے دوسروں کو بھی تیری راہ سے بچکا رہے ہیں تو ان کا مال غارت کر اور ان کے دل خخت کر دے تاکہ در دن اک عذابوں کے معائنے تک اجنبیں ایمان نصیب ہی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ اے موسیٰ اور اے ہارون میں نے تمہاری دعا قبول کر لی۔ اب تم استقامت تک حل جاؤ۔

یہاں فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے گہا کہ میرے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو رات توں رات فرعون اور فرعونیوں کی بے خبری میں یہاں سے لے کر چلے جاؤ یہ کفار تمہارا پیچھا کریں گے لیکن تم بے خوف و خطر چلتے جاؤ میں تمہارے لئے دریا کو بخشت کر دوں گا۔

### فَأَسْرِ بِعِيَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُتَّبِعُونَ (۲۳)

**ہم نے کہد دیا کہ رات توں رات تو میرے بندوں کو لے کر نکل**

**وَأَثْرُكُ الْبَحْرَ رَهُوا ...**

**تو دریا کو ساکن چھوڑ کر چلا جا۔**

### ... إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُغْرَقُونَ (۲۴)

**بلاشبہ یہ لشکر غرق کر دیا جائے گا۔**

اس کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چل پڑے فرعونی الشکر مع فرعون کے ان کے پکڑنے کو چلا جائیں دریا حائل ہوا۔ آپ بنی اسرائیل کو لے کر اس میں اتر گئے۔ دریا کا پانی سوکھ گیا اور آپ اپنے ساتھیوں سمیت پار ہو گئے تو چاہا کہ دریا پر بکڑی مار کر اس سے کہہ دیں کہ اب تو اپنی روائی پر آ جاتا کہ فرعون اس پار نہ آ سکے۔

وہیں اللہ تعالیٰ نے وہی بھیجی کہ اسے اسی حال میں سکون کے ساتھ ہی رہنے دو ساتھ ہی اس کی وجہ بھی بتلادی کہ یہ سب اسی میں ذوب مریں گے۔ پھر تم سب بالکل ہی مطمئن اور بے خوف ہو جاؤ گے۔ عرض حکم ہوا تھا کہ دریا کو خشک چھوڑ کر چل دیں۔

**رہوا** کے معنی سوکھا راستہ جو اپنی اصلی حالت پر ہو۔

مقصد یہ ہے کہ دریا کو روائی کا حکم نہ دینا۔ یہاں تک کہ دشمنوں میں سے ایک ایک اس میں نہ آ جائے۔ اب اسے جاری ہونے کا حکم ملتے ہی سب کو غرق کر دے گا۔

### كُمْ تَرْكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَعَيْوَنَ (۲۵)

وَهُبَّتْ سَبَّ بَاغَاتٍ أَوْرَجَشَّهُنَّ چھوڑ گئے۔

### وَزُرُوعٌ وَمَقَامٌ كَرِيمٌ (۲۶)

أَوْرَجَهِيَّاتٍ أَوْرَبَهِرِيَّنَ مَكَانَاتٍ

### وَنَعْمَةٌ كَاثُوا فِيهَا فَاكِهِينَ (۲۷)

او روہ آرام کی چیزیں جن میں عیش کر رہے تھے۔

### كَذِلِكَ وَأُورَثَتُهَا قَوْمًا آخَرِينَ (۲۸)

اسی طرح ہو گیا اور ہم نے ان سب کا وارث دوسری قوم کو ہنا دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھو کیسے غارت ہو گئے۔ باغات کھیتیاں تھیں مکانات اور بیٹھکیں سب چھوڑ کر فنا ہو گئے۔

نیک آدمی کی وفات پر آسمان و زمین رو تے ہیں:

### فَمَا بَكْتُ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَاثُوا مُنْظَرِينَ (۲۹)

سو ان پر نہ تو آسمان و زمین رو تے اور نہ انہیں مہلت ملی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ان پر زمین و آسمان نہ رو تے کیونکہ ان پاپوں کے نیک اعمال تھے ہی نہیں جو آسمانوں پر چڑھتے ہوں اور اب انکے نہ چڑھتے کی وجہ سے وہ افسوس کریں۔ نہ زمین میں انکی ایسی جگہیں تھیں کہ جہاں بیٹھ کر یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوں اور آج انہیں نہ پا کر زمین کی وجہ جگہ انکا مامن کرے انہیں مہلت ہی نہ دی گئی۔

مند اب یعنی موصی میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

ہر بندے کے لئے ۲ سال میں دو دروازے ہیں، ایک سے اسکی روزی اترتی ہے۔ دوسرا سے اس کے اعمال اور اس کے کلام چھٹتے ہیں۔ جب یہ مر جاتا ہے اور وہ عمل و رزق کو گشیدہ پاتے ہیں تو روتے ہیں۔ پھر اسی آیت کی حضورؐ نے تلاوت کی۔

ابن ابی حاتم میں فرمان رسولؐ ہے:

اسلام غربت سے شروع ہوا اور پھر غربت پر آجائے گا۔ یاد رکھو مون کہیں انجان مسافر کی طرح نہیں۔ مومن جہاں کہیں سفر میں مرتا ہے جہاں اس کا کوئی رو نے والا نہ ہو وہاں بھی اس کے رو نے والے ۲ سال ورز میں موجود ہیں۔ پھر حضورؐ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا یہ دونوں کفار پر روتے نہیں۔

حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ ۲ سال ورز میں کبھی کسی پر روئے بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا آج تو نے وہ بات دریافت کی کہ جھس سے پہلے مجھ سے اس کا سوال کسی نے نہیں کیا۔ سنو:

ہر بندے کے لئے زمین میں ایک نماز کی جگہ ہوتی ہے اور ایک جگہ ۲ سال میں اس کے عمل کے چھٹتے کی ہوتی ہے اور اہل فرعون کے نیک اعمال ہی نہ تھے اس وجہ سے نہ زمین ان پر روائی نہ ۲ سال کو ان پر روانا آیا اور نہ انہیں ذمیل دی گئی کہ کوئی بھی بجا لائیں۔

حضرت مجاہدؓ نے جب یہ بیان فرمایا تو کسی نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا:

سبحان اللہ اس میں تعجب کی کوئی بات ہے؟ جو بندہ زمین کو اپنے رکوع و تجوید سے ۲ بار رکھتا تھا، جس بندے کی بھیروں نے کی آواز یہ ۲ سال بر ابرستار ہتا تھا۔ بھلا یہ دونوں اس عابد اللہ تعالیٰ پر روکیں گے نہیں؟

**وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ (۳۰)**  
**بِئْكَ هُنَّ نَّبِيُّنَا إِنَّا نَحْنُ ذَلِيلُ سَرَازِينَ**

من فرعون ...

جو فرعون کی طرف سے ہو رہی تھی،

**إِنَّهُ كَانَ عَالِيًّا مِنَ الْمُسْرِفِينَ (۳۱)**  
**فِي الْوَاقْعَ وَهُوَ سَرَكْشٌ أَوْ حَدَّ سَرَقَ جَانَّ وَالْوَلَى مِنْ تَحْتَهُ**

اس آیت اللہ تعالیٰ نبی اسرائیل پر اپنا احسان جاتا ہے کہ ہم نے انہیں فرعون جیسے ملتکبر سرف کے ذلیل عذابوں سے نجات دی۔ اس نے بھی اسرائیل کو پست و خوار کر کھاتا۔ ذلیل خدمتیں ان سے یلتا تھا اور سخت بیگاری کے کام بغیر معاونت کے ان سے کرتا تھا۔ اپنے افسوس کو تو لاتا رہتا تھا۔ خودی اور خود میں میں لگا ہوا تھا۔ یہ قوتوں سے کسی چیز کی حد بندی کا خیال نہیں کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی زمین میں سرکشی کئے ہوئے تھا اور ان بدکاریوں میں اس کی قوم بھی اس کے ساتھ تھی۔

**وَلَفِدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَى عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ** (۳۲)

اور ہم نے دانستہ طور پر بنی اسرائیل کو دنیا جہاں والوں پر فوقيت دی۔

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر ایک اور مہربانی کا ذکر فرمرا ہے کہ اس زمانے کے تمام لوگوں پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔ ہر زمانے کو عالم کہا جاتا ہے یہ مراد نہیں کہ اگلوں پچھلوں پر انہیں بزرگی دی۔

یہ آیت بھی اس آیت کی طرح ہے جس میں فرمان ہے:

**قَالَ يَمُوسَى إِلَيْهِ أَصْنَطْفِئْكَ عَلَى النَّاسِ** (7:144)

اے موسیٰ میں نے تمہیں لوگوں پر بزرگی عطا فرمائی۔

یعنی اس زمانے کے لوگوں پر۔

جیسے حضرت مریم علیہ السلام کے لئے فرمایا:

**وَاصْنُطْفَأْكَ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ** (3:42)

اور پسند (برگزیدہ) کیا تھجھ (حضرت مریم) کو سب جہاں کی عورتوں سے۔

اس سے بھی بھی مطلب ہے کہ اس زمانے کی تمام تر عورتوں پر آپ کو فضیلت ہے۔ اس لئے ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ ان سے یقیناً فضل ہیں یا کم از کم برابر۔ اس طرح حضرت آیہ بنت مراٹل جو فرعون کی بیوی تھیں۔ اور ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسی فضیلت شوربے میں بھگوئی روئی کی اور کھانوں پر۔

**وَآتَيْنَاهُمْ مِنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُبِينٌ** (۳۳)

اور ہم نے انہیں ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح ۲ زماں تھیں۔

پھر بنی اسرائیل پر ایک اور احسان بیان ہو رہا ہے کہ ہم نے انہیں وہ جدت و برہان دلیل و نشان و مجزا ت و کرامات عطا فرمائے جن میں ہدایت کی تلاش کرنے والوں کے لئے صاف صاف امتحان تھا۔

**تَعْ كُونْ اوْرْ كِيَا تَخَا:**

یہاں مشرکین کا انکار قیامت اور اسکی دلیل بیان فرمائے کر اللہ تعالیٰ اس کی ترویید کرتا ہے۔

**إِنَّ هَؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ** (۳۴)

یہ لوگ تو یہی کہتے ہیں۔

**إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَنَا الْأُولَى وَمَا تُحْنُ بِمُنْشَرِينَ** (۳۵)

۲ خری چیز یہی ہمارا دنیا سے مر جانا ہے اور پھر دوبارہ اسماں نے نہیں جائیں گے۔

**فَأُثْوَا بِآبائِنَا إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ (۳۶)**

**اور اگر تم پچھے ہو تو ہمارے باپ داداؤں کو لے آؤ۔**

اک خیال تھا کہ قیامت آئی نہیں مرنے کے بعد جینا نہیں حشر اور نشر سب غلط ہے۔ دلیل یہ پیش کرتے تھے کہ ہمارے باپ دادا جو مر گئے وہ کیوں دوبارہ جی کر نہیں آئے؟ خیال سمجھی یہ کس قدر بودی اور یہ بودہ دلیل ہے۔ دوبارہ انہوں کھڑا ہونا مرنے کے بعد کہ جینا قیامت کو ہو گا نہ کہ دنیا میں پھر لوٹ کر آئیں گے اس دن یہ عالم جہنم کا ایندھن نہیں گے اس وقت یہ قیامت اگلی امت پر کوایہ دے گی اور ان پر ان کے نبی کوایہ دیں گے۔

**أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمٌ ثُبَّعَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ...**

**کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تھے کی قوم کے اور جوان سے بھی پہلے تھے؟**

**... أَهْلُكُنَا هُمْ ...**

**ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا**

**... إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ (۳۷)**

**یقیناً وہ گنہگار تھے۔**

اللہ تعالیٰ انہیں ذرا رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے جو عذاب اسی جرم پر اگلی قوموں پر آئے وہ تم پر بھی آجائیں اور ان کی طرح بے نام و نشان کر دیجئے جاؤ گے۔ ان کے واقعات سورہ سماں گزور سمجھے ہیں۔ وہ لوگ بھی جہان کے عرب تھے جیسے کہ یہ عدنان کے عرب ہیں۔

میر جو سماکے تھے وہ اپنے بادشاہ کو **بع** کہتے تھے ان میں سے ایک **بع** یمن سے انکا اور زمین میں پھر تارہ سمر قند پہنچ گیا۔ ہر جگہ کے بادشاہوں کو شکست دیتا رہا اور اپنا بہت بڑا ملک کر لیا۔ زبردست لفکر اور بے شمار ریاست اس کے ماتحت تھی۔ اس نے جہڑا ہی بھتی بھائی۔ یہ اپنے زمانے میں مدینہ میں بھی آیا تھا اور یہاں کے باشندوں سے بھی لا ایکن اسے لوگوں نے اس سے روکا۔ خدا مل مددیں کا بھی اس سے پر ٹلوک رہا کہ دن کو تو لوڑتے تھے اور رات کو اگلی مہماں داری کرتے تھے۔ آخر اس کو بھی لیا گیا اور لڑائی بند کر دی۔

اس کے ساتھ یہاں کے دو یہودی عالم ہو گئے تھے وہ اسے ہر وقت بھلانی برائی سمجھاتے رہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ تم مدینہ کو تاخت و تاریخ نہیں کر سکتے کیونکہ یہ آخر زمانہ کے پیغمبر کی بھرپور گاہ ہے۔ پس یہ یہاں سے لوٹ گیا اور دونوں عالموں کو اپنے ساتھ لیتا چا۔

جب یہ کہ پہنچا تو اس نے بیت اللہ کو گرانا چاہا لیکن ان دونوں نے اسے روکا۔ اور اس پاک گھر کی عظمت و حرمت اس کے سامنے پیان کی اور کہا کہ اس کے باñی خلیل اللہ حضرت ابراہیم ہیں اور اس آخری نبی آخر الزمان کے ہاتھوں پھر اسکی اصلی عظمت آخر

ہو جائے گی۔ چنانچہ یہ اپنے ارادے سے باز آیا بلکہ بیت اللہ کی بڑی تقدیم مکریم کی طوف کیا، غافل چڑھایا اور بیہاں سے واپس بکن چلا گیا۔ خود حضرت موسیٰؑ کے دین میں داخل ہوا اور تمام بکن میں بھی دین پھیلایا۔ اس وقت تک حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی ظہور نہیں ہوا تھا اور اس زمانے والوں کے لئے بھی سچا دین تھا۔

اس **بع** کے واقعات بہت تفصیل سے سیرت ابن اسحاق میں موجود ہیں اور حافظ ابن عساکر بھی اپنی کتاب میں بہت تفصیل کے ساتھ لائے ہیں۔ اس میں ہے کہ اس کا پائے تخت مشق میں تھا۔ اس کے لفکروں کی صلیبیں مشق سے لے کر بکن تک پہنچتی تھیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور فرماتے ہیں:

میں نہیں جان سکا کہ حد گلنے سے گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے یا نہیں اور نہ مجھے معلوم ہے کہ قیع ملعون تھا یا نہیں؟ اور نہ مجھے یہ خبر ہے کہ ذوالقریبین نبی تھے یا باوشاہ۔

اور روایت میں ہے:

یہ بھی فرمایا کہ حضرت عزیز پیغمبر تھے یا نہیں۔ ابن ابی حاتم

حضرت گلبہ فرمایا کرتے تھے کہ **بع** کی تعریف قرآن سے اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انگی قوم کی مذمت کی، ان کی نہیں کی۔

حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ **بع** کو برآنہ کبوودہ صالح شخص تھا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تھے کو کالی نہ دو وہ مسلمان ہو چکا تھا۔ طبرانی اور مسند احمد میں بھی یہ روایت ہے۔

قیامت کے دن اعلانات ختم ہو جائیں گے:

**وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنُهُمَا لَا يَعْلَمُونَ (۳۸)**

ہم نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو فعل عبث کرتے ہوئے پیدا نہیں کیا۔

**مَا خَلَقْنَا هُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ ...**

بلکہ ہم نے انہیں درست تدبیر کے ساتھ ہی پیدا کیا ہے

**... وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (۳۹)**

بان الہتھاں میں کے اکثر لوگ بے علم ہیں۔

یہاں اللہ عز وجل اپنے عدل کا بیان فرمارہا ہے اور بے فائدہ لغو اور عبث کاموں سے اپنی پاکی کا انکھا رفرماتا ہے۔ جیسے اور ۲ بیت میں ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا يَنْهِمُمَا بَطْلًا ذَلِكَ ظُنُونُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ الدَّارِ (38:27)

اور تم نے آسمان اور زمین کو باطل پیدا نہیں کیا ایسا گمان ہماری نسبت صرف ان کا ہے جو کفار ہیں اور جن کا نہ کمال جہنم ہے۔

اور ارشاد ہے:

أَفَحَسِّنْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَّاتٍ وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ

فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ (116:23-115:22)

کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم نے تمہیں پیدا عبث پیدا کیا ہے اور تم لوٹ کر ہماری طرف آئے ہی کے نہیں؟ اللہ حق ناک بلند یوں اور بزرگیوں والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبد نہیں وہ عرش کریم کا رب ہے۔

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ (٤٠)

یقیناً فیصلے کا دن ان سب کے وعدے کا ہے۔

فیصلوں کا دن یعنی قیامت کا دن جس دن ہماری تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان حق فیصلے کرے گا۔ کافروں کو سزا اور مومنوں کو جزا ملے گی۔ اس دن تمام اگلے پچھلے اللہ تعالیٰ کے سامنے مجح ہوں گے۔ یہ وہ وقت ہو گا کہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائے گا۔ رشتہ دار رشتہ دار کوئی فتح نہ پہنچا سکے گا۔ جیسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَإِذَا لُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْتَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَسَّاءَلُونَ (23:101)

جب صور پھونک دیا جائے گا تو نہ کوئی نسب باقی رہے گا نہ پوچھ پکھ۔

اور آیت میں ہے:

وَلَا يَسْلُلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا يُبَصِّرُوهُمْ (11-70:10)

کوئی دوست اس دن اپنے دوست کو پریشان حالی میں دیکھتے ہوئے بھی کچھ نہ پوچھ جائے گا۔

يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلَى عَنْ مَوْلَى شَيْئًا ...

جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ بھی کام نہ کرے گا،

... وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ (41)

اور نہ انکی امداد کی جائے گی۔

إِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللَّهُ ...

مگر جس پر اللہ کی مہربانی ہو جائے،

...إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ (٤٢)

وہ زبردست اور رحم وala ہے۔

اور نہ کوئی اس دن کسی کی کسی طرح مذکرے گا، نہ اور کوئی بیرونی مدد آئے گی، مگر ہاں رحمت الہی جو مخلوق پر شامل ہے۔  
وہ بڑا غالب اور وسیع رحمت والا ہے۔

مذکرین رحمت کی ہولناک سزا:

إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُومِ (٤٣)

بِشَكْرِ زَقُومَ كَادَرَخْتَ -

طَعَامُ الْأَثِيمِ (٤٤)

گنہگار کا کھانا ہے۔

مذکرین قیامت کو جو سزا وہاں دی جائے گی، اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ان مجرموں کو جو اپنے قول اور فعل کو گنہگاری میں  
ملوٹ کئے ہوئے تھے آج زقوم کا درخت کھلایا جائے گا۔

بعض کہتے ہیں اس سے مراد ابو جہل ہے، کو دراصل وہ بھی اس آیت کی وعید میں داخل ہے، لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ  
آیت صرف اسی کے حق میں نازل ہوتی ہے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اگر اس زقوم کا ایک قطرہ بھی زمین پر پک جائے تو تمام زمین والوں کی معاش خراب کر دے۔ ایک  
مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔

كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطْوَنِ (٤٥)

جو شل تلچھت کے ہے اور پہیت میں کھوتا رہتا ہے۔

كَغْلِي الْحَمِيمِ (٤٦)

مشل تیز گرم یا نیکھونے کے۔

یہ شل تلچھت کے ہو گا۔ اپنی حرارت بدھرگی اور نقصان کے باعث پہیت میں جوش مارتا رہے گا۔

**خُدُوْهُ فَاعْتَلُوهُ إِلَى سَوَاءِ الْجَهَنَّمِ (٤٧)**

اے پکڑو پھر گھینٹتے ہوئے تھی جہنم تک پہنچا دو۔

**ثُمَّ صُبُوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ (٤٨)**

پھر اس کے سر پر سخت گرم پانی کا عذاب بہاؤ۔

اللہ تعالیٰ جہنم کے داروغوں سے فرمائے گا کہ اس کا فرکو پکڑا لو۔ وہیں ستر ہزار فرشے دوزیں گے۔ اسے اوندھا کر کے ہند کے بل گھینٹ لے جاؤ اور تھی جہنم میں ڈال دو پھر اس کے سر پر جوش مارتا گرم پانی ڈالو۔ جیسے فرمایا:

**يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ**

**يُصَهَّرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ (٢٠-٢٢:١٩)**

ان کے سروں پر جہنم کا جوش مارتا گرم پانی ہجا یا جائے گا، جس سے ان کی کھالیں اور پیٹ کے اندر کی تمام چیزیں سوخت ہو جائیں گی۔

اور یہ بھی ہم پہلے بیان کرائے ہیں کہ فرشتے انہیں اوبہ کے ہتھوڑے ماریں گے جن سے ان کے داش پاش پاش ہو جائیں گے پھر اوپر سے یہ حمیم ان پر ڈالا جائے گا۔

یہ جہاں جہاں پہنچے کاہل یوں کو کھال سے جدا کر دے گا یہاں تک کہ اس کی ۲ نیتیں کاملاً ہوا پنڈلیوں تک پہنچ جائے گا۔ اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔

**دُقْ ...**

**چکھتا جاتو**

**... إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ (٤٩)**

**بِرَادِي عِزَّتٍ أَوْ بِرَبِّي أَكْرَامٍ وَالْأَنْتَ**

انہیں شرمسار کرنے کے لئے اور زیادہ پیشان بنانے کے لئے کہا جائے گا کہ اومزہ چکھوتم ہماری نگاہوں میں نہ عزت والے ہونے بزرگی والے۔

مغازی اموی میں ہے کہ رسول اللہ نے ابو جہل ملعون سے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ تھوڑے کہ دوں تیرے لئے **ریل** ہے۔ مجھ پر افسوس ہے۔ پھر عمر کہتا ہوں کہ تیرے لئے خرابی اور افسوس ہے۔

اس پاہی نے اپنا کپڑا آپ کے ہاتھ سے ٹھیکیتے ہوئے کہا جاتا اور تیرا رب میرا کیا بگاڑ سکتے ہو؟ اس تمام وادی میں سب سے زیادہ عزت و تکریم والا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے بدروالے دون قتل کر لیا اور اسے ذیل کیا اور اس سے کہا جائے گا کہ لے اب اپنی عزت کا اور اپنی تکریم کا اور اپنی بزرگی اور بڑائی کا لطف اٹھا اور ان کا فروں سے کہا جائے گا کہ یہ ہے جس میں تم بیش تگ و شبہ کرتے رہے۔ جیسے اور آج یوں میں ہے:

يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًا  
هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْثُمْ بِهَا لَكَبِرُونَ

أَفَسِحْرٌ هَذَا أَمْ أَنْثُمْ لَا تُبَصِّرُونَ (٥٢: ١٣-١٥)

جس دن انہیں دھکے۔ کہ جنم پہنچایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہ دوزخ ہے جسے تم جھلاتے رہے کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھنے میں رہے؟

إِنَّ هَذَا مَا كُنْثُمْ بِهِ ثَمَرُونَ (٥٠)

بھی وہ چیز ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔

اسی کو یہاں بھی فرمایا ہے کہ یہ ہے جس میں تم شک کر رہے تھے۔

جنتی خوراک اور جنتی لباس:

پر بختوں کا ذکر کر کے اب نیک بختوں کا حال پیان ہو رہا ہے، اسی لئے قرآن کریم کو مٹھی کیا گیا ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامِ أَمِينٍ (٥١)

بِشَكِ اللَّهِ سَهْدَرَنَ وَالْمَلَئِ مِنْ جَنَّتِنَ كَيْ جَنَدِ مِنْ ہوں گے

فِي جَنَّاتٍ وَعِيُونَ (٥٢)

بانغوں اور چشموں میں

دارو نیا میں جو اللہ تعالیٰ ما لک و خالق و قادر سے ذر تے و جتیر ہے وہ قیامت کے دن جنت میں نہایت امن و امان سے ہوں گے موت سے وہاں سے نکلنے سے غم رنج سے، مگر اہٹ اور مشکلوں سے وکھ درد سے، تکلیف اور مشقت، شیطان اور اس کے مکر سے رب کی نار انگلی سے غرض تمام آننوں اور مسیبتوں سے نذر بے قلم طلبمن اور بے اندیشہ ہوں گے۔

انہیں تو **ذوقِ حم** کا درخت اور آگ جیسا گرم پانی ملے گا اور انہیں جنتیں اور نہریں ملیں گی، مختلف قسم کے ریشمی پارچہ جات انہیں پہننے کو ملیں گے، جن میں زرم باریک بھی ہو گا اور دیزر چکلیا بھی ہو گا۔

يَلْبِسُونَ مِنْ سَنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقَ مُتَقَابِلِينَ (٥٣)

باریک اور دیزر ریشم کے لباس پہننے ہوئے ۲۱ منے سامنے بیٹھنے ہوئے ہوں گے۔

پر بختوں پر بڑے طحلوں سے شکنے لگائے بیٹھنے ہوں گے اور کسی کی کسی کی طرف پیٹھنہ ہو گی، بلکہ سب ایک دوسرے کے سامنے بیٹھنے ہوئے ہوں گے۔

كَذَلِكَ ...

یا اسی طرح ہے،

وَرَوْجُنَاهُمْ بِحُورِ عَيْنٍ (۵۴)

اور جم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے انکا نکاح کر دیں گے۔

يَذْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ (۵۵)

وَجَمِيعِيَ كَسَاتِحِهِ بَالْهَامَ هَرَطْرَحَ كَمِيلُوكَيِ فِرْمَانِشَ كَرْتَهُوں گے۔

اس عطا کے ساتھ ہی انہیں حوریں دی جائیں گی جو کوئے پچھے پڑتے کی بڑی بڑی رسیلی آنکھوں والی ہوں گی جن کے پاک جسم کو ان سے پہلے کسی نے چھوپا بھی نہ ہو گا۔ وہ یا قوت و مرجان کی طرح ہوں گی۔ اور یکوں نہ ہو جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ذرول میں رکھا اور دنیا کی خواہیشوں کی چیزوں سے محض فرمان باری تعالیٰ کو مد نظر رکھ کر پچھے رہے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ یہ بہترین سلوک کیوں نہ کرتا؟

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَ الْأَوَّلِي ...

وَهَا مَوْتٌ مُّكْحَنَّى كَنْبَسَى هَا پَهْلَى مَوْتٌ جَوْهَهْ مَرْبَكَهْ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہاں انہیں کبھی موت نہیں آنے کی پھر استثناء منقطع لا کران کی تاکید کر دی۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

يُؤْتَى بِالْمَوْتِ فِي صُورَةٍ كَبْشٍ أَمْلَحَ قَيْوَقْفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، ثُمَّ يُذْبَحُ،

ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتٌ،

وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتٌ

موت کو بھیریے کی صورت میں لا کر جنت دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا اور ندا کروی جائے گی کہ جنتیا بھی نہیں ہے کبھی موت نہیں اور اے دوزخ یوم تھمارے لیے بھی نیتھی ہے کبھی موت نہ ہے گی۔

سورہ مریم کی تفسیر میں بھی یہ حدیث گز رجھی ہے۔

صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ نے فرمایا:

يُقَالُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ:

إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصْحِحُوا فَلَا تَسْقُمُوا أَبَدًا،

وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَعِيشُوا فَلَا تَمُوْتُوا أَبَدًا،

وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَتَعَمَّمُوا فَلَا تَبَسُّوْا أَبَدًا،

وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشَبِّهُوا فَلَا تَهَرَّمُوا أَبَدًا

جنتیوں سے کہہ دیا جائے گا کہ تم ہمیشہ تکرست رہو گے۔ کبھی پیارہ پڑو گے اور ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی مردے نہیں اور ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے کبھی کمی نہ ہوگی اور ہمیشہ نوجوان بنتے رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ نے فرمایا:

**مَنْ أَتَقَىَ اللَّهَ دَخَلَ الْجَنَّةَ،**

**يَئِّعُمُ فِيهَا وَلَا يَبْأَسُ، وَيَحْيَا فِيهَا قَلَا يَمُوتُ،**

**لَا تَبْلَى ثَيَابُهُ، وَلَا يَقْنَى شَبَابُهُ**

جو اللہ تعالیٰ سے ذرتا رہے گا جنت میں جائے گا جہاں نعمتیں پائے گا کبھی محتاج نہ ہو گا جہاں جنے گا کبھی مرے گا نہیں۔ جہاں کپڑے میلے نہ ہوں گے اور جوانی فنا نہ ہوگی۔

حضرت سے سوال ہوا کہ جتنی سو میں گے بھی؟

آپ نے فرمایا:

نیند موت کی بہن ہے۔ جتنی سو میں گے نہیں ہر وقت راحت والذت میں مشغول رہیں گے۔  
یہ حدیث اور سندوں سے بھی مردی ہے۔

**... وَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَنَّمِ (۵۶)**

**انْبِيلَ اللَّهُ تَعَالَى نَفَرَ دُوزَخَ كَيْ سِزَا سَبَجاَدَ يَا۔**

**فَضْلًا مِنْ رَبِّكَ ...**

یہ صرف تیرے رب کا فضل ہے۔

**... ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (۵۷)**

**بَهْيَ ہے بُرْيِ مِرَادِ مَلَئِيَّ**

اس راحت و نعمت کے ساتھ یہ بھی بُری نعمت ہے کہ انہیں پروردگار عالم نے عذاب جہنم سے نجات دے دی ہے تو مطلوب حاصل ہے اور خوف رائل ہے اسی لئے ساتھ ہی فرمایا کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا احسان و فضل ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

اعْمَلُوا وَسَدِّلُوا وَقَارِبُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ أَحَدًا لِنْ يُدْخِلَهُ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ

تم تھیک تھا کہ رہو قریب رہو اور یقین مانو کہ کسی کے اعمال اسے جنت میں نہیں لے جاسکتے۔

لوگوں نے کہا کیا آپ کے اعمال بھی؟ فرمایا:

وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَتَعَمَّدَنِيَ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٌ

بِالْمِيرَاءِ اعْمَالٍ بِهِيَ كَمَا اللَّهُ تَعَالَى كَفَلَ أَوْ رَأْسَكِي رَحْمَتُ مِيرَاءِ شَامِ حَالٍ هُوَ.

**فَإِنَّمَا يَسِّرُنَا هُوَ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (٥٨)**

ہم نے اس قرآن کو تیری زبان میں آسان کر دیا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

ہم نے اپنے نازل کردہ اس قرآن کریم کو بہت سہل بالکل آسان صاف ظاہر بہت واضح مدلل اور روشن کر کے تجوہ پر تیری زبان میں نازل فرمایا ہے جو بہت فتح و ملک بڑی شیریں اور پختہ ہے تاکہ با آسانی سمجھ لیں اور بخوبی عمل کریں۔

**فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُرْتَقِبُونَ (٥٩)**

اب تو منتظر ہے بھی منتظر ہیں۔

باد جو د اس کے بھی جو لوگ اسے جھلائیں نہ مانیں تو انہیں ہوشیار کروے اور کہو دے کہ اچھا ہم بھی انتخاب کرو میں بھی منتظر ہوں، تم دیکھ لو گے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس کی تائید ہوتی ہے؟ کس کا کلمہ بلند ہوتا ہے؟ کے دنیا اور آخرت ملتی ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اے نبی تم تسلی رکھو فتح و ظفر تمہیں ہو گی۔ میری عادت ہے کہ اپنے نبیوں اور ماننے والوں کو اونچا کروں جیسے ارشاد ہے:

**كَتَبَ اللَّهُ لِأَغْلِبِنَا وَرَسُلُّنَا (٥٨:٢١)**

اللہ تعالیٰ نے یہ کھو دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔

اور آیت میں ہے:

**إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ ءَامَلُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُولُ الْأَشْهَدُ**

**يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ الْأَعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ (٥٢-٤٠:٥١)**

یقیناً ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیا میں بھی مدد کریں گے اور قیامت میں بھی جس دن کوہ افغان ہوں گے۔ اور ظالموں کو ان کے عذر نفع نہ دیں گے ان پر لعنت ہو گی اور ان کے لیے برآ گر ہو گا۔

